UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

اختیار فی القراءات اور رسم عثمانی پر گولڈ زیہر کے اعتراضات۔ تحقیقی مطالعہ

Adoption of Qira'at and objections of Gold Ziher on rasm Ottoman: a research study

Maqsood Ahmad
Lecturer Islamic Studies (Visiting) University of Okara, Okara.

Dr Mahmood Ahmad
Lecturer, Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat.
DOI: 10.33195/journal.v4i01.255

Abstract:
According to the Islamic scholars point of view the Quran was revealed to holly Prophet in seven letters. So the origins of the qira,at date back to the teaching of holly prophet. The adoption in reading among the qualified qurra of the Qura,anis governed by the conditions for accepted readings.Western scholars have refused to acknowledge the prophet Muhammad (peace be upon him) as the last prophet of Allah Almighty.They also Know that Qura,an is the base of Islamic faith. So they are trying their level, s best to prove it a human authored book. To achieve this target some orientalists attempted to criticize Qira'at Mutawatira Saba-'ashra'. Among these scholars a prominent figure is Ignas Goldziher. The article in hand presents a critical analysis of his major objections on the authenticity of Qura,an regarding Qira,at and Uthmanic musahif.
Keywords: Holy Quran, Qira'at, orientalists, Gold Ziher, Adoption of Qira'at,Ottoman Mushaf.

تعارف:

مسلم علماء کے نقطہ نظر کے مطابق قرآنِ مجید کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول سات حروف میں ہوا ہے۔اس لیے قرآن کی مختلف مروجہ قرائتوں کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔اختلافِ قرأت سے مراد ماہرین قرّاء کا ان مروی و مستند قرائتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے۔ مستشرقین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر تسلیم نہیں کرتے۔وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن پر ہی اسلامی عقائد کی بنیاد ہے۔اس لیے ان کی ہر ممکن کوشش ہے کہ کسی طرح اس کو کلامِ الٰہی کی بجائے انسانی کاوش ثابت کیا جائے۔اس مقصد کے حصول کے لیے کچھ مستشرقین نے قرأتِ متواترہ سبعہ و عشرہ کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ان مستشرقین میں ایک اہم نام اجناس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

گولڈ زیہر کا ہے۔زیر نظر مضمون میں قرأت اور مصاحفِ عثمانی کے حوالے سے ان کے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

قرآن مجید پر تحقیقات کرنے والے مستشرقین میں سے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن مجید عہد نبوی اور صحابہ کرام کے ابتدائی عہد میں تحریری شکل میں موجود نہ تھا۔اس لیے یہ اب اپنی اصل شکل و صورت میں موجود نہیں ہے۔اس نظریے کی تائید میں جو دلائل ان کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ان میں سے ایک کا تعلق قرآنِ مجید کی متعدد قرأتوں سے ہے۔ مستشرقین قدیم مصاحف قرآن میں رسم الخط اور قرأت متواترۃ و شاذہ کی تبدیلی کو قرآنی نصوص میں بتدریج تبدیلی اور ارتقاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ متن کی بنیاد پر تحریف قرآن کا نظریہ پیش کرنے والے اہم مستشرقین میں نولڈیکے اور شاؤلے شامل ہیں۔ گولڈ زیہر ، آرتھر جیفری اور Dr. Gred.R.Pain نے مختلف قرأتوں کی وجہ سے قرآن کو ہدف تنقید بنایا ہے۔آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف لابن ابی داود میں بعض صحابہ سے منقول قرأت پر نقد و جرح کرتے ہوئے قرآنی نصوص کو مضطرب اور مشکوک انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متعدد متون میں ارتقاء ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ Dr. Gred. R. Puin نے بھی اپنے ایک مضمون بعنوان Observations on Easly Quran Manuscript in sunna میں قرآنی متون میں اضطراب وارتقاء ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

گولڈ زیہر (۱۹۲۱ـ۱۸۵۰): ہنگری میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں عہد نامہ عتیق کے عبرانی متن کا مطالعہ شروع کیا اور آٹھ سال کی عمر میں تالمود پڑھی۔ Leipzig اور Berlin کی جامعات سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ جامع ازہر قاہرہ میں (بطور پہلے غیر مسلم) پڑھتے رہے حدیث پر ان کی شہرہ آفاق کتاب "Muslim Studies" ہے۔ نقدِ حدیث پر سب سے پہلے تفصیلی بحث گولڈ زیہر (Gold Ziher) نے کی،اسی لیے اسے " شیخ المستشرقین فی الحدیث" کہا جاتا ہے۔ان کے علمی اور تحقیقی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں تفسیر قرآن، حدیث، فقہ کے علاوہ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحوث موجود ہیں۔ تاہم نقد حدیث کے موضوع پر ان کی کتاب "Muhammedanische Studien" بہت مشہور ہوئی جسے مستشرقین کے ہاں حدیث لٹریچر میں "انجیل مقدس" کی حیثیت حاصل ہے، جرمن زبان میں تحریر کردہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ C.R.Barber اور S.M.Stern نے "Muslim Studies" کے نام سے کیا۔ یہ کتاب ۱۹۷۱ء میں لندن سے شائع ہوئی۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

ڈاکٹر فواد سزگین کے بقول گولڈ زیہر نے حدیث پر اپنے خیالات کا اظہار اپنی کتاب "دراسات محمدیہ" میں کیا جو ۱۸۹۰ء میں جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حدیث پر تحقیق کے لیے یہ کتاب اہل مغرب کے لیے بنیادی دستاویز بن گئی۔ بیشتر مستشرقین اس کتاب کے حوالے سے اپنے نتائج فکر پیش کرتے رہے۔[1] اسلام پر تحقیقات کرتے ہوئے اگرچہ انہوں نے براہ راست اور مستقل طور پر قرأتِ قرآنیہ کو موضوع بحث نہیں بنایا تاہم قرآن مجید کی قرأت، تفسیر اور مختلف تفسیری مناہج واسالیب پر مشہور کتاب مذاہب التفسیر الاسلامی کے باب اول کے آغاز میں ۷۰ صفحات پر انہوں نے حدیث سبعہ احرف کی استنادی حیثیت اور قرأت قرآنیہ کی حجیت پر متعدد اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ان کی یہ کتاب بھی بڑی اہمیت وشہرت کی حامل ہے۔ کتاب کا عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالحلیم النجار نے کیا ہے۔ نص قرآنی پر مستشرقین کے اعتراضات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ تحریر بعد میں اس موضوع پر کام کرنے والے مستشرقین کے لیے مصدر اور ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئے۔

یہ تحقیقی مضمون اس حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ قرآن مجید کی استنادی حیثیت پر مشہور زمانہ مستشرق گولڈ زیہر کے بنیادی اعتراضات کے مسکت و مدلل جوابات پر مشتمل ہے۔ واضح رہے گولڈ زیہر عصرِ حاضر میں ایسا مستشرق ہے جس کے نظریات وخیالات پر بعد میں آنے والے اکثر مستشرقین کی تحقیقات کی بنیاد ہے۔ اس کے اعتراضات کا رد گویا ان کے تمام متبعین کے پیش کردہ مفروضات کی بنیادیں بھی ہلا کر رکھ دے گا۔ مزید برآں اس کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ یہ قرأت جیسے تکنیکی موضوع پر لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس حوالے سے مشکل یہ بھی ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھانا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ نیز مستشرقین کے اعتراضات انگریزی زبان میں ہیں۔ جو لوگ علم القرأت کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جن کی تحقیقات کے آڑے زبان کا مسئلہ نہ آتا ہو اور جو انگریزی زبان پر دسترس رکھتے ہیں وہ قرأت کے فن کو کماحقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

گولڈ زیہر نے قرأت اور متن قرآن پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کے مخصوص اور تفصیلی رد پر اگرچہ کوئی قابل ذکر کام میری نظر سے تا حال نہیں گزرا۔ تاہم اجمالی و جزوی طور پر متعدد اہل قلم نے اپنی کتب اور تحاریر میں ان کے خیالات و نظریات کا محاکمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحلیم النجار نے بھی مذاہب التفسیر الاسلامی کے حاشیہ میں گاہے بگاہے ان کی اغلاط پر گرفت کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب الحمودہ نے القرأت واللهجات کی فصل دھم میں اس پر قلم اٹھایا ہے۔[2] عبدالرحمٰن السید نے جولد تسهیر والقرأت کے موضوع پر ایک مختصر مقالہ تحریر کیا ہے۔[3] میں نے اس تحقیقی مضمون میں گولڈ زیہر کے اعتراضات کے رد کے لیے قرأت، علوم القرآن، تفسیر اور احادیث کی بنیادی کتب کو مراجع کے طور پر استعمال کیا ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

زیر نظر مقالہ میں تحریری مواد خصوصاً علوم القرآن میں ابن باقلانی کی ''نکت الانتصار''، ابن الجزری کی ''النشر المعبود''، جلال الدین السیوطی کی ''الاتقان فی علوم القرآن''، تفسیر میں زمخشری، رازی، قرطبیؒ اور حدیث میں صحیح بخاری و صحیح مسلم سے دلائل اخذ کیے گئے ہیں۔ مشہور مستشرق گولڈ زیہر کی کتاب ''مذاہب التفسیر الاسلامی'' کے نقد و تجزیے کو بنیاد بنا کر نتائج حاصل کیے گئے ہیں۔

اختیار فی القرأت اور اس کی بنیادیں:

قرأت کا لفظ قرءُ سے ہے۔ جس کا معنی ہے پڑھنا۔ اختلاف القرأت سے مراد مختلف مذاہب قرأت ہیں۔ گویا قرآن کا وہ تلفظ جو ابتدائی قرّاء نے اختیار کیا۔ جو اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف تھا تاہم اس کی بنیاد متصل سند پر تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتی تھی۔ مستشرقین نے اس سے مراد متون کا اختلاف لیا ہے۔ یہ غلطی ان کو اس نتیجے کی طرف لے گئی کہ وہ قرآن کو متن کے طور پر دیکھیں۔ اس لیے انہوں نے اس کی تصدیق کے لیے بائبل کی تحقیق میں استعمال شدہ طریقے جیسے Historical Criticism اور Textual Criticism وغیرہ کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس بنیادی اور بڑی غلطی کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ان کے تمام نتائج تحقیق اصل سے ہٹ گئے۔

اسلامی اصطلاح میں اختیار فی القرأت سے مراد مخصوص، ماہر علماء کا مختلف متواتر و احاد قرائتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے۔[4] جب کہ گولڈ زیہر سمیت کئی مستشرقین اس سے یہ باور کرواتے ہیں کہ اختلاف قرأت سے مراد یہ ہے کہ ہر کس و ناکس قرآن کو اپنی مرضی کے مطابق پڑھنے میں آزاد تھا۔ رسم عثمانی میں لکھے گئے مصاحف پر چونکہ اعراب اور نقطے وغیرہ موجود نہیں تھے۔ اس لیے ہر شخص اس کو اپنے فہم اور ذوق کے مطابق قرأت کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جلد ہی قرآن کی متنوع اور متضاد قرأتیں وجود میں آ گئیں۔ یہی قرآن کی متواتر اور شاذ قرأتیں ہیں۔ گویا قرآن کی حیثیت بھی سابقہ کتب آسمانی کی سی ہو کر رہ گئی ہے کہ اگرچہ وہ بھی منزل من اللہ تھیں لیکن ان کے موجودہ متون و الفاظ وہ نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے اپنے انبیاء و رسل کی طرف بذریعہ وحی القاء کیے تھے۔ نیز اس بنیاد پر وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ چونکہ کلام اللہ کی بجائے انسانی کاوش ہے لہٰذا اس میں غلطیاں موجود ہیں۔[5]

گولڈ زیہر نے قرآنی متن کو غیر ثابت قرار دینے کے لیے مختلف قرأتوں کو بطور اعتراض استعمال کیا ہے۔ ان کے مطابق تمام آسمانی کتب میں سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی نص کو عصر حاضر میں سب سے زیادہ اضطراب اور عدمِ ثبات کا سامنا ہے۔[6] گولڈ زیہر کا یہ اعتراض علمی یا منطقی حوالے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ انہوں نے اس کے ثبوت کے طور پر کوئی ادنیٰ سی دلیل بھی دینے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ نہ ہی انہوں نے کسی بھی

سابقہ آسمانی کتاب کے متن کے ساتھ قرآن کے متن کا تقابل پیش کیا ہے جس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کر سکیں کہ قرآن میں اضطراب زیادہ ہے۔ جب کہ ان کے برعکس موریس بوکائے لکھتے ہیں:

> ''عہد نامہ قدیم میں ایک ہی بیان کے مختلف طرق ہیں نیز ان میں تضادات، تاریخی تسامحات، ناممکن باتیں اور مسلمہ سائنسی معلومات کے خلاف بیانات شامل ہو سکتے ہیں۔ جن کاموں کو اس قدر طویل مدت تک انسانوں نے انجام دیا ہو ان میں ایسی باتوں کا صدور بالکل قدرتی امر ہے۔ جن حالات میں بائبل کا متن ترتیب دیا گیا ہے ان حالات میں جو کتابیں بھی لکھی جائیں ان میں لازماً یہی باتیں ہوں گی''[7]

اسفار یہود میں موجود انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے متعلق واقعات نامکمل اور غیر واضح ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سے زائد اور باہم صریح مخالف روایات پر مشتمل ہیں جن کی کوئی توجیہہ بھی ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر سفر التثنیۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ذکر ہے کہ:

> ''اللہ کے بندے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ارض موآب میں وفات پائی اور اللہ نے اس کو ارض موآب میں بیت فعور کے بالمقابل جواء کے مقام پر دفن کروایا اور آج کے دن تک کسی انسان کو ان کی قبر کا نشان پتہ نہیں اور بوقت وفات موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی... اور ان کے بعد بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی پیدا نہیں ہوا''[8]

مندرجہ بالا عبارت تورات کے اسفار خمسہ میں سے پانچویں سفر التثنیۃ کی ہے۔ واضح رہے یہ وہ اسفار ہیں جو یہود کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کیے تھے۔ ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ایسے کلمات کا صدور کیونکر ممکن ہے جبکہ وہ تو ابھی تک زندہ تھے اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ جملے بعد میں لکھنے والوں نے اپنی طرف سے شامل کر دیئے ہیں۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

> ''جان جیمس اور بطیسطبن نے مختلف ملکوں میں پھر کے اپنے متقدمین کی نسبت بہت زیادہ نسخے بچشم خود دیکھ کر جب مقابلہ کیا تو دس لاکھ اختلافات شمار کیے یہ اختلافات زیادہ تر قراءت اور کتابت کے ہیں۔ لیکن ان میں بکثرت ایسے اہم اختلافات بھی ہیں جن سے حق و باطل اور اصلی اور غیر اصلی عبارات اور مضامین کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ بعض حصے الحاقی ہیں، کہیں کچھ حصے کم ہیں، کہیں عبارت کو بدل دیا گیا ہے۔ نسخوں کے ان اختلافات نے متن انجیل سے تعلق رکھنے والے متعدد مشکل مسائل

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

پیدا کردیے ہیں جن کا قطعی نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے[9]۔"

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں گولڈزیہر کے بلا دلیل دعویٰ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ قرآن کو تمام سابقہ کتب کی نسبت متن میں زیادہ عدم ثبات کا سامنا ہے۔ سطور ذیل میں ہم ذکر کریں گے کہ جس کو گولڈزیہر متن کا اضطراب اور عدمِ ثبات قرار دے رہے ہیں اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔

قرأتِ قرآن کی اصل:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول آیاتِ قرآنی کی شکل میں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائیں اور نمازوں وغیرہ کے موقع بھی پر ان کی تلاوت فرمائی۔ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ [10]

"تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اس کا واضح کرنا ہمارے ذمے ہے"

قرآنِ مجید اپنے متعلق یہ بھی واضح کرتا ہے کہ یہ بتدریج نازل ہوا ہے:

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا[11]

"اور عظیم قرآن ہم نے اس کو جدا جدا کرکے نازل کیا تاکہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اسے نازل کیا تھوڑا تھوڑا نازل کرنا"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کی تلاوت سنانے کا بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن مسعود کی روایت ہے:

ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے سورة البينة کی تلاوت سناؤں۔ حضرت ابی بن کعب نے پوچھا، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ جس پر حضرت ابی کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔[12]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

مسلمان اسلام کی انتہائی ابتداء سے ہی قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ سیرت ابن اسحاق میں حضرت عمر کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں ہے کہ حضرت خباب بن ارت جو ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ وہ سعید بن زید کے گھران کو قرآن پڑھارہے تھے۔[13] اہل مدینہ نے جب عقبہ کے مقام پر اسلام قبول کیا تو اپنے ساتھ معلم بھیجنے کی استدعا کی جس پر ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھیجا گیا جو ان کو اسلامی تعلیمات اور قرآن سکھاتے تھے۔اس لیے وہ استادِ مدینہ کہلاتے ہیں۔[14]

اختیار فی القرأت اور رسمِ عثمانی:

گولڈزیہر کا خیال ہے کہ اختلافِ قرأت کی ایک بڑی وجہ عثمانی رسم الخط ہے۔ان کے بقول رسمِ عثمانی میں لکھے گئے مصاحف پر نقاط واعراب کی عدم موجودگی کی وجہ سے قرأت میں اختلاف ہوا۔اس سے قرأت متواترہ وشاذہ وجود میں آئیں۔[15] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دراصل ایسا رسم الخط اختیار کیا جس میں تمام جائز قرأتیں سما سکتی تھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جس طرح چاہے قرأت کی جا سکتی تھی اور یہ رسم اختلافِ قرأت کی وجہ ہے۔ گولڈزیہر کا یہ مفروضہ متعدد وجوہ کی بناء پر باطل ٹھہرتا ہے۔ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔اختلاف قرأت کا سبب رسمِ عثمانی نہیں ہے۔اس کی اجازت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی صحابہ کو عطا کی تھی۔جیسا کہ متواتر حدیث ہے کہ ﴿انزل القرآن علیٰ سبعة احرف[16]﴾،،قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا،، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس صحابی نے جس طرح سنا تھا وہ اسی قرأت کے مطابق اسے پڑھتا تھا۔جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حدیث ہے:

> عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، يَقْرَأُ سُورَةَ الفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ، لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلاَةِ، فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ، فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قَالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: كَذَبْتَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْسِلْهُ، اقْرَأْ يَا هِشَامُ» فَقَرَأَ عَلَيْهِ القِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ»، ثُمَّ قَالَ: «اقْرَأْ يَا عُمَرُ» فَقَرَأْتُ القِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

وَسَلَّمَ: «كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هَذَا القُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ»[17]

''عمر ابن الخطاب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کی زندگی میں ہشام بن حکیم کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے سنا۔ میں نے جب ان کی قرأت کو غور سے سنا تو وہ بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر جھپٹ پڑوں۔ لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا۔ پھر میں نے ان کو ان کی یا فرمایا اپنی چادر سے کھینچا اور سوال کیا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ نے۔ میں نے ان کو کہا تم غلط کہتے ہو۔ اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تم کو پڑھتے سنا ہے مجھے رسول اللہ نے پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ کے پاس لے گیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے ان کو سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ حالانکہ آپ ہی نے سورۃ الفرقان مجھے پڑھائی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا اے عمر ان کو چھوڑ دو۔ پھر کہا اے ہشام تم پڑھو۔ تو انہوں نے وہی قرأت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا۔ رسول اللہ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی۔ پھر فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو چاہو پڑھو''

مسند احمد میں روایت ہے:

عن ابی قیس مولی عمرو ابن العاص عن عمرو ان رجلاقراء آیة من القرآن فقال ان هذالقرآنانزلعلیسبعة احرف فای ذلک قراءتم اصبتم فلا تماروا[18]

''حضرت عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت پڑھی۔ اس شخص سے عمرو نے کہا یہ آیت تو اس طرح ہے۔ پھر اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو حرف بھی تم پڑھو درست ہے۔ لہٰذا آپس میں جھگڑا مت کرو''

محمد اسماعیل شعبان کہتے ہیں کہ قرآن عہد عثمانی سے قبل عہد صدیقی میں ہی کتابی شکل میں لکھا جا چکا تھا اور صحابہ اکرام عہد نبوی میں ہی ایک سے زائد قرأتوں میں تلاوت کرتے تھے۔[19]

۲۔ حضرت عثمان نے مصاحف کے ساتھ قراء بھی بھیجے تھے تاکہ وہ اس علاقے کے لوگوں کو صحیح قرأت میں پڑھا سکیں۔[20] اگر لوگ اس مصحف سے خود اپنی مرضی سے جیسے چاہے پڑھ سکتے تھے تو حضرت عثمان کو ساتھ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

معلم بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلافِ قرأت کی وجہ روایت ہے رسم نہیں ہے۔[21] علماء اور مصحف دونوں بھیجنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ قرأت کا انحصار بنیادی طور پر تحریر کی بجائے نقل پر ہے۔

۳۔ گولڈزیہر کے اس نقد کے رد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ہی لفظ قرآن میں ایک سے زائد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ لیکن قرأت کا اختلاف صرف ایک جگہ پر ہے۔مثال کے طور پر لفظ۔ملک کی قرأت صرف سورۃ فاتحہ میں بعض نے الف کے ساتھ اور بعض نے بغیر الف کے پڑھا ہے۔قرآن میں باقی اکثر مقامات پر ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ قرأت مصحف اور سماع سے لی گئی ہے۔اس کی بنیاد رسم یا مصحف کی تحریر پر نہیں ہے۔[22]

۴۔ قرآنی نصوص سے بھی گولڈزیہر کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنی مرضی سے قرأت کر سکتا تھا۔قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مرضی سے اس میں کوئی تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں تھے۔جیسا کہ سورۃ یونس میں ہے:

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ[23]

”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے،کہتے ہیں کہ کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہ دیجیے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں ۔ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مرضی سے قرآن میں تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں تھے تو ایسا کیوں کر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ وتابعین نے اپنی مرضی اور فہم کے مطابق اس میں ردوبدل شروع کر دیا۔

۵۔ حضرت عثمان کے بارے میں سب کو تسلیم ہے کہ انہوں نے جب قرآن مجید کے نئے نسخے بمع قرّاء ملک کے مختلف علاقوں میں بھجوائے اور اس کے مطابق قرأت کرنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ انہوں نے جو دوسرا اہم کام کیا وہ یہ تھا کہ ان کے علاوہ جتنے نسخے تھے ان کو جلانے کا حکم دیا۔اگر کوئی بھی قرأت اختیار کی جا سکتی تھی اور قرأتِ مسنونہ وثابتہ کی پابندی کرنا لازم نہ تھا تو پھر ان نسخوں کو جلانے کی کیا ضرورت تھی جو لوگوں کے پاس موجود تھے۔

اختیار فی القرأت میں آزادی کی حدود وقیود:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے مستشرقین کا اختیار فی القرأت میں کلی آزادی کا دعویٰ مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ کسی کو بھی متصل اسناد سے مروی قرأتوں کے علاوہ کوئی قرأت اختیار کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ابو عمر بن اعلیٰ کہتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی مرضی سے کسی بھی قرأت میں پڑھنے کا کلی اختیار اور آزادی ہوتی تو وہ بہت سے دیگر طریقوں سے بھی قرأت کرنے پر قادر تھے۔[24] اختیار فی القرأت کا مطلب مستند اور مروی قرأتوں میں سے کسی کو اختیار کرنا مراد ہے۔ مترادفات کا استعمال یا ہم معنی الفاظ میں بدل دینے کا کسی کو اختیار حاصل نہیں تھا۔ یہ شریعت کی رو سے مکمل طور پر مردود ہے۔[25] گولڈ زیہر اختیار فی القرأت کی امثلہ بیان کرکے انہیں مؤخر الذکر سے ملا دیتے ہیں۔[26] نیز ایسا کرتے ہوئے وہ سہواً یا عمداً اس پہلو کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ایسی قرأتیں شاذ قرار دی جا چکی ہیں۔[27] گولڈ زیہر جیسے اسلامی علوم پر گہری نظر رکھنے والے سکالر سے ایسی غلطی کا سہو کی نسبت ارادۃً ہونے کا زیادہ قوی امکان ہے۔ اس طرح کی علمی خیانت کی امثلہ ان کی دیگر موضوعات پر اعتراضات سے بھرپور تحاریر میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔[28]

ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ ایسی بے ضابطہ اور شاذ قرأتوں کا مقصد متواتر و مشہور قرأتوں کے معانی کی وضاحت کرنا تھا۔[29] ابن الباقلانی نے بھی اس کی تردید کی ہے۔ ان کے مطابق متصل اسناد کے علاوہ کسی کو کوئی قرأت اختیار کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نہ صرف کوئی قرأت اختیار کرنے بلکہ کسی قرأت کی تردید کرنے میں بھی محتاط تھے۔ ان کو یہ خوف دامن گیر تھا کہ کہیں وہ کسی ایسی قرأت کی بغیر علم تردید نہ کر دیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور صحیح ہو۔ اعمش سے مروی ہے کہ جب وہ ابراہیم النخعی کے سامنے ان سے مختلف قرأت پڑھتے تو وہ اس کو غلط کہنے کی بجائے کہتے بلکہ یوں پڑھو۔[30]

اختیار فی القرأت کی شرائط:

ماہرین فن نے اختیار فی القرأت کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

۱۔ عربی زبان کی روانی و سلاست متاثر نہ ہو۔

۲۔ مصاحفِ قرآنی سے مطابقت۔

۳۔ عوام (مدینہ و کوفہ /مکہ و مدینہ) کا اس کو قبولیت بخشنا۔[31]

قرآن میں ناپسندیدہ و نامعقول باتیں اور اختلافِ قرأت:

گولڈ زیہر کہتے ہیں کہ اختلافِ قرأت کی ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن میں کچھ باتیں معقول محسوس نہیں ہوتی تھیں۔ اسی طرح کچھ ایسی چیزیں اللہ اور اللہ کے رسول سے منسوب تھیں جن کی ان کی طرف نسبت نامعقول ہو سکتی تھی۔ قراء حضرات ایسی قرأتوں کے ذریعے ایسے اعتراضات رفع کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کی کچھ امثلہ ذکر کی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

ہیں۔ جیسے لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا میں مذکور لفظ وَتُعَزِّرُوهُ میں راء کو بعض نے زاء کے ساتھ تُعَزِّزُوْہُ پڑھا ہے۔ گولڈزیہر کہتے ہیں کہ ر کے ساتھ قرأت کرنے سے اس کا یہ مفہوم نکلتا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی مادی مدد کی جائے۔ قرّاء اس سے بچنا چاہتے تھے کہ کوئی اللہ کی مدد کرے۔[32] حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ لغت میں عزّر اور نصر دونوں مترادف ہیں۔ ابن منظور کہتے ہیں کہ التعزیر کا مطلب النصر ہے۔ یعنی زبان و تلوار سے مدد۔[33] اور قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا کہا گیا ہے:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ[34]

گولڈزیہر نے اس کی ایک مثال سورۃ الصّآفات ۳۷ آیت نمبر ۱۲ کی دی ہے۔ جس میں ہے۔ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ کوفہ کے بعض قرّاء نے عجبت کو فتح سے پڑھا ہے۔ جب کہ عام قرأت ضمہ کے ساتھ ہے۔ بقول گولڈزیہر اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ٹھیک نہ تھی۔[35] ان کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ زمخشری لکھتے ہیں کہ شریح نے ضمہ کی قرأت پر اعتراض کیا کہ خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا تو ابراہیم النخعی نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے یوں پڑھا اور وہ شریح سے زیادہ عالم تھے۔[36] اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب مستشرقین کے مفروضات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو قرأتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھائیں وہی بعد میں قرّاء نے اختیار کیں۔ قرطبیؒ لکھتے ہیں دونوں طرح درست ہے کیونکہ دونوں کی نسبت نبی کی طرف ہے اور اس کا مطلب ہے کہ ان کا یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تعجب انگیز ہے۔[37] مزید برآں شریح کی رائے کیونکہ متواتر قرأت سے ٹکراتی تھی اس لیے مسترد ہوئی اور ناقابل قبول ٹھہری۔[38]

اگر قرّاء نے اس وجہ سے قرأتوں میں تبدیلی کر دی کہ اس کی اللہ اور اس کے رسول کی طرف نسبت نہیں ہو سکتی تو اور بھی کئی مقامات ان کو ایسا ہے کرنا چاہیے تھا۔ حالانکہ ان مقامات پر بات اس سے بھی بڑی تھی۔ جیسا کہ۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ[39]

وَ اِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ[40]

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه[41]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

مندرجہ بالا اور کئی دوسرے مقامات پر اس طرح کی مثالیں موجود ہیں کہ اگر تبدیلی کرنا مقصود تھا تو یہاں بدرجہ اولی کرنی چاہیے تھی۔[42] گولڈ زیہر مزید کہتے ہیں کہ آیت کریمہ حَتّٰٓی اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ میں کذبوا کی وجہ سے مسلمان پریشان تھے کہ کیسے اس کا حل تلاش کریں، کئی ممکنہ حل تجویز ہوئے۔ بالآخر قرّاء نے کُذِبُوا کی قرأت متعارف کروائی۔[43] یہاں بھی ان کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں کیوں کہ متن قرآن میں ایسی کوئی وجہ ترجیح نہیں پائی جاتی۔ نیز یہ قرآت مجاھد کے سوا کسی سے منسوب نہیں ہے اور انہوں نے اس کی تفسیر یوں کی ہے۔ جب انبیاء اپنے لوگوں سے مایوس ہو گئے جنہوں نے ان کا پیغام رد کر دیا تھا کہ ان کو سزا دی جائے گی اور یہ کہ ان کے لوگوں نے سوچا کہ انبیاء نے جھوٹ بولا ہے اس وقت ان کو ہماری مدد آن پہنچی۔[44] علاوہ ازیں ابن الجزری کہتے ہیں کہ ابو القاسم الھذیلی نے الکاملیں مجاہد سے کچھ غیر مستند اسناد منسوب کی ہیں۔[45]

گولڈ زیہر اور قرأت قرآن میں تضاد کی مثالیں:

گولڈ زیہر نے قرأت پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ یہ باہم متضاد بھی ہیں۔ اس کی ایک مثال انہوں نے سورۃ الصّافات ۳۷ آیت نمبر ۱۲ کی دی ہے۔ جس میں ہے۔ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ کوفہ کے بعض قرّاء نے عجبت کو فتح سے پڑھا ہے۔ جب کہ عام قرأت ضمہ کے ساتھ ہے۔ اس پر گزشتہ صفحات میں بحث ہو چکی ہے۔ ان کے نزدیک تضاد کی دوسری مثال سورۃ الروم ۳۰ کی ابتدائی آیات میں موجود ہے۔

الم غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ

رومی غالب ہو گئے قریب ترین زمین میں اور وہ اپنے غالب ہونے کے بعد عنقریب مغلوب ہو جائیں گے:

الم غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ

رومی مغلوب ہو گئے قریب ترین زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ کیوں کہ پہلی قرأت کے مطابق فاتح دوسری کے مطابق مفتوح قرار پاتے ہیں۔ نیز اکثر قرّاء بھی اس قرأت کے قائل ہیں۔[46] دراصل پہلی قرأت چند صحابہ جیسے علی، ابو سعید الخدری، ابن عباس، ابن عمر اور تابعین میں سے معاویہ بن قرۃ اور حسن سے مروی ہے۔[47] یہ قرأت شاذہ ہے جب کہ جب کہ دوسری قرأت متواترہ ہے۔[48] مزید یہ کہ اگر تاریخی حقائق کا بغور مشاہدہ کیا جائے تو یہ شاذ قرأت بھی معنی میں متواتر سے مختلف کہی جا سکتی ہے بہر حال متضاد نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کے ایک گروہ کے بارے میں یہ اختلاف نہیں ہے کہ وہ دو مختلف مواقع پر ایک دفعہ فاتح اور دوسری بار مفتوح تھے۔[49] ابن الجزری بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے لہٰذا قرأتیں متعدد معانی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

میں مختلف ہو سکتی ہیں لیکن یہ تغیرات معانی میں ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہو سکتے۔[50] کیوں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کا اپنے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا[51] وہ قرآن پر غور و فکر کیوں نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا کلام ہوتا تو تم اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ نیز کفار مکہ جو قرآن سے زچ ہو رہے تھے، کوئی ایک بھی مثال تاریخ میں ایسی نہیں ملتی کہ انہوں نے کہا ہو کہ قرآن میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث و نتائج:

مندرجہ بالا تحقیقات کا حاصل یہ ہے کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سات حروف میں نازل ہوا ہے۔ آپ نے وحی کی بنیاد پر اسی طرح صحابہ کو اس کی تعلیم دی جنہوں نے اسے آگے امت تک پہنچانے کا فریضہ سر انجام دیا۔ قرأت متواترہ کی بنیاد متصل السند روایات پر ہے۔ اختیار فی القرأت سے مراد انہیں متواتر و مشہور روایات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے۔ اس سے مراد ایسا کلی اختیار نہیں جس میں کسی روایت کی پابندی نہ ہو جیسا کہ مستشرقین باور کرواتے ہیں۔ لہٰذا گولڈ زیہر کا رسمِ عثمانی اور اعراب و نقاط کی غیر موجودگی کو اختلافِ قرأت کی وجہ قرار دینا حقیقت سے بعید ہے۔ ان کا یہ اعتراض بھی باطل ہے کہ قرّاء قرآن مجید میں موجود ایسی آیات کو جن میں اللہ و رسول کی طرف ایسی بات منسوب کی گئی ہو جو ان کے شایان شان نہیں اپنی مرضی سے بدل کر تلاوت کرنا جائز سمجھتے تھے۔ کیوں کہ انہوں نے جو امثلہ پیش کی ہیں ان جیسی کئی آیات آج بھی قرآن میں موجود ہیں۔ نیز کوئی بھی صحیح قرأت دوسری سے متضاد نہیں ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس میں تضاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے گولڈ زیہر اور دیگر مستشرقین کے مفروضات کی کوئی علمی و منطقی بنیاد نہیں ہے۔ وہ گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان حق کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ گولڈ زیہر نے متواتر اور شاذ قرأتوں کو گڈ مڈ کر کے بھی خلط مبحث پیدا کیا ہے۔ ان کے پیش کردہ مفروضات کی بنیاد غلط فہمی، دھوکہ دہی اور استدلالِ باطل پر ہے۔ قرآن کی حقانیت آج بھی چودہ سو سال پہلے کی طرح ایک زندہ حقیقت ہے جسے کوئی باطل نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کو اپنے اس بے نظیر اور لازوال سرمائے پر بجا طور فخر کرنا چاہیے۔

حواشی و حوالہ جات

[1]۔ڈاکٹر فواد سنر گین، مقدمہ تاریخ وتدوین حدیث، مترجم سعید احمد، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 1985ء، ص 18

[2]۔ڈاکٹر عبدالوہاب الحمودہ، القرأت واللھجات، مکتبہ النھضۃ المصریۃ، قاہرہ، 1948ء

[3]۔السید عبدالرحمٰن، جولد تسھیر والقرأت، مجلۃ المربط، جامعۃ البصرۃ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

[4]۔ابو جعفر، محمد بن حسن الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، نجف، 1957/1376، ص99

[5]۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: اجناس گولڈ زیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، مترجم عبدالحلیم النجار، طبع دوم، بیروت، 1983/1403

[6]۔اجناس گولڈ زیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، ص4

[7]- موریس بوکائے، بائبل قرآن اور سائنس، مترجم ثناء الحق صدیقی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 1981، ص64

[8]- توراۃ، سفر التثنیۃ 34:5۔10

[9]- اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، 311/3

[10]۔القیٰمۃ، 75:16-19

[11]۔بنی اسرائیل 17:106

[12]۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح،، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ لم یکن، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض۔

[13]۔ محمد بن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، ایڈیٹر محمد حمید اللہ، دار صادر، بیروت، 1976، ص161,162

[14]۔ محمد عبدالعزیز الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، قاہرہ، س،ن، 404,403/1

[15]۔اجناس گولڈ زیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، 17

[16]۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ح:4992

[17]۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ح2419,5041

[18]۔احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، دار صادر، بیروت، لبنان، 204/4

[19]۔ محمد اسماعیل شعبان، القرأت احکامہ ومصادرہ، دار السلام القاہرۃ، طبع دوم، 1999ص133

[20]۔عبدالفتاح عبدالغنی، البدور الظاھرۃ فی القرأۃ العشرۃ المتواترۃ، دار السلام القاھرۃ، طبع اول، 2004ص51

[21]۔خالد احمد شکری، محمد احمد مفلح، محمد خالد منصور، مقدمۃ فی علم القرأۃ، دار عمار، اردن، 2001طبع اول، 225

[22]۔عبدالفتاح عبدالغنی، البدور الظاھرۃ فی القرأۃ العشرۃ المتواترۃ، ص49

[23]۔یونس، 10:15

[24]۔ابوالخیر، محمد بن محمد الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القرآن، استنبول، 1916/1355، 290/1

[25]۔ محمد زغلول سلام، نکت الانتصار لنقل القرآن، الیگزنڈریۃ، 1971/1391، 321/1

[26]۔اجناس گولڈ زیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، 19؛ اجناسگولڈ زیہر، المذاھب الاسلامیہفی تفسیر القرآن الکریم، مترجم علی حسن عبدالقادر قاھرہ، 1943/1363، ص17

[27]۔عبدالوھاب حمودہالقرأت واللہجات، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، قاھرۃ، طبع اول، 1948/1368، ص193,192

[28]تفصیل کے لیے دیکھیے۔ دکتور مصطفی السباعی، السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، المکتب الاسلامی، ص248

[29]۔ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، المشہد الحسینی، القاھرۃ، 82/1

[30]۔ محمد زغلول سلام، نکت الانتصار، 415

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.4 | Issue 1 |June–December 2020
DOI:

[31]۔عبدالرحمٰن بن اسماعیل الدمشقی، المرشد الوجیز الٰی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، دار صادر، بیروت، 1975/1395، ص172

[32]۔اجناس گولڈزیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، 11

[33]۔ابوالفضل جمال الدین محمد بن منظور، لسان العرب، قاھرۃ طبع اول، 1883/1301، 237/6

[34]۔التوبۃ، 40/9

[35]۔اجناس گولڈزیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، 33-35

[36]۔ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیلوعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، دار الکتاب العربی، بیروت، 1947/1366، 38,37/4

[37]۔ محمد بن احمد القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، قاھرۃ,1966، 71,70/15

[38]۔ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، 38/4

[39]۔البقرۃ، 26/2

[40]الانفال، 30/8

[41]المآئدۃ، 67/5

[42]۔عبدالوھاب حمودہ، القرأت واللہجات، 199-206

[43]۔اجناس گولڈزیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، 42

[44]۔ محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل القرآن، دار المعارف، قاھرۃ، 1968، 310,309/16

[45]۔ابوالخیر، محمد بن محمد الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القرآن، 42/2

[46]۔اجناس گولڈزیہر، مذاھب التفسیر الاسلامی، 29-31؛اجناسگولڈزیہر، المذاھب الاسلامیہ، 18

[47]محمد شہاب الدین السیوطی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم وسبع المثانی، دار صادر، بیروت، س، ن، 21/17ابوحیان محمد بن یوسف بن علی، الاندلسی، البحر المحیط، مکتبۃ النصر الحدیث، ریاض، 161/7

[48]۔ابوحیان محمد بن یوسف بن علی، الاندلسی، البحر المحیط، 161/7

[49]۔ محمد شہاب الدین السیوطی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم وسبع المثانی، 21/17

[50]۔ابوالخیر محمد بن محمد ابن الجزری، النشر فی قرأت العشر، قاھرۃ، س، ن, 48/1

[51]۔النسآء، 82/4